

حامد میر، شاہد مسعود، عرفان صدیقی

حقائق و وقائع

سانحہ لال مسجد؛ تین معتبر صحافیوں کی نظر میں

علوی، قاری سعید الرحمن اور کچھ دیگر علما کے ہمراہ افغانستان کا دورہ کیا۔ مولانا صاحب اپنے باغی صاحبزادے عبدالرشید غازی کو بطور خاص ساتھ لے گئے۔ اس وفد کی قندھار میں ملا عمر اور اُسامہ بن لادن کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ عبدالرشید غازی نے اُسامہ بن لادن سے علیحدگی میں ملاقات کی خواہش ظاہر کی لہذا اُن کی ایک گھنٹہ تک علیحدہ ملاقات ہوئی۔ عبدالرشید غازی اپنے والد کی طرح عربی میں رواں نہ تھے لہذا اُنہوں نے اُسامہ بن لادن سے انگریزی میں گفتگو کی۔ آخر میں عبدالرشید غازی نے اُسامہ بن لادن کے ساتھ پڑا گلاس اُٹھایا اور ان کا استعمال شدہ پانی پی لیا۔ اُسامہ نے حیرانگی ظاہر کی تو غازی نے جواب میں کہا میں نے آپ کا پانی اس لئے پیا تاکہ اللہ مجھے بھی مجاہد بنائے۔

قندھار سے واپسی کے کچھ عرصہ بعد مولانا محمد عبداللہ کو لال مسجد کے احاطے میں ایک نامعلوم شخص نے گولی مار کر شہید کر دیا۔ والد کی شہادت نے عبدالرشید غازی کو تبدیل کر دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب وہ وفاقی وزارتِ تعلیم میں ملازمت کرتے تھے اور مسجد و مدرسے سے ان کا زیادہ تعلق نہ تھا۔ عبدالرشید غازی اپنے والد کے قاتلوں کے پیچھے پڑ گئے اور آخر کار ایک شخص گرفتار ہو گیا۔ اس شخص کو موقع واردات کے تمام عینی شاہدوں نے شناخت کر لیا لیکن پولیس نے پراسرار طور پر اُسے چھوڑ دیا۔ والد کا قاتل پولیس کے ہاتھوں نکلنے کے بعد عبدالرشید

قلم کمان

① حامد میر

مولانا محمد عبداللہ مرحوم اپنے چھوٹے صاحبزادے عبدالرشید غازی سے اکثر شامی رہتے تھے۔ مولانا صاحب مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے سربراہ تھے اور ملک بھر کے علما میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اُنہوں نے اپنے دونوں بیٹوں عبدالعزیز اور عبدالرشید کو بھی عالم دین بنانے کا فیصلہ کیا۔ عبدالعزیز نے انتہائی رضا و رغبت سے دینی تعلیم حاصل کی، لیکن عبدالرشید کو تارخ پڑھنے کا شوق تھا، والد کو ناراض کر کے اُنہوں نے قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد سے تارخ میں ایم اے کیا۔

والدان کی شادی خاندان میں کرنا چاہتے تھے لیکن عبدالرشید غازی نے بڑی منت سماجت کر کے اُنہیں اسلام آباد کی ایک ماڈرن فیمیلی میں شادی کے لئے راضی کیا۔ مولانا عبداللہ کے خاندان کی عورتیں گھر سے باہر نہ نکلتی تھیں لیکن عبدالرشید غازی کی اہلیہ اپنی سوز کی آلتوں میں گھر سے نکلتیں تو اُنہیں گاڑی چلاتا دیکھ کر کچھ لوگ انگلیاں اُٹھایا کرتے لیکن عبدالرشید غازی کو کسی کی پروا نہ تھی۔

ان کی جدت پسندی کا یہ مطلب قطعاً نہ تھا کہ وہ اسلامی تعلیمات سے دور تھے۔ وہ زمانہ طالب علمی سے ایک باریش نوجوان تھے لیکن ہمیشہ یہ کہتے کہ اسلام صرف داڑھی اور ڈھیلا ڈھالا لباس نہیں ہے بلکہ اسلام ہمارے اندر بھی ہونا چاہئے۔

۱۹۹۸ء میں مولانا محمد عبداللہ نے مولانا ظہور احمد

کی تعمیل کرتے رہے۔

عبدالرشید غازی اور ان کے بھائی پر بہت سے الزامات لگے۔ اہم ترین الزام یہ تھا کہ انہوں نے حکومتی اداروں کی ملی بھگت سے ایک ڈرامہ رچا رکھا ہے تاکہ عوام کی توجہ عدالتی بحران سے ہٹی رہے۔ خود بے چارے غازی کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ اس الزام کو غلط کیسے ثابت کریں۔

جنوری ۲۰۰۷ء کے آخری ہفتے میں جنرل پرویز مشرف پر بھی یہ الزامات لگنے لگے کہ وہ جان بوجھ کر لال مسجد کے ذریعہ گڑبڑ پھیلا رہے ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ چودھری شجاعت حسین کے لال مسجد والوں کے ساتھ مذاکرات کامیاب ہو گئے لیکن انہیں کہا گیا کہ آپ مذاکرات کو لمبا کریں۔ چودھری صاحب سے رہا نہ گیا اور انہوں نے مذاکرات کی ناکامی کی ذمہ داری حکومت پر عائد کر دی۔ آخری ملاقات میں عبدالرشید غازی نے چودھری صاحب سے کہا کہ آپ مخلص انسان ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ حکومت اس مسئلے کو کچھ مزید لمبا کرے گی اور مناسب وقت پر ہمیں ختم کر کے امریکہ کے سامنے سرخرو ہو جائے گی۔ ایک دن عبدالرشید غازی نے بھی کہا کہ اگر ہم واقعی قصور وار ہیں تو کیا حکومت ہماری بجلی پانی بند نہیں کر سکتی؟ ہم پھر بھی باز نہ آئیں تو اعصاب شکن گیس پھینک کر ہم سب کو گرفتار نہیں کر سکتی؟

۷ جولائی کو چودھری شجاعت حسین نے مجھے بلایا اور کہا کہ وہ آخری مرتبہ عبدالرشید غازی کے ساتھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں لیکن جو فون نمبر ان کے پاس تھے وہ سب بند ہو چکے ہیں۔ چودھری صاحب دوبارہ رابطہ چاہتے تھے، میں نے کوشش کر کے عبدالرشید غازی سے رابطہ کیا اور انہیں چودھری صاحب کی خواہش سے آگاہ کیا۔ عبدالرشید غازی بنے اور بولے کہ چودھری صاحب معصوم ہیں، وہ نہیں جانتے کہ ہمیں مارنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

کے اندر ایک طوفان نے جنم لیا۔ انہوں نے دینی علوم کا مطالعہ شروع کیا اور چند سالوں میں لال مسجد کے نائب خطیب بن گئے۔

جنوری ۲۰۰۷ء میں اسلام آباد میں سات مساجد کو شبید کیا گیا تو لال مسجد سے ملحقہ مدرسہ حفصہ کی طالبات نے ایک قریبی سرکاری لائبریری پر قبضہ کر لیا۔ لائبریری پر قبضہ مولانا عبدالعزیز اور ان کا اہلیہ ام حسان کا تھا۔ عبدالرشید غازی اس فیصلے کے خلاف تھے لیکن انہوں نے بڑے بھائی کے احترام میں سرعام اختلاف رائے نہیں کیا۔ لائبریری کا قبضہ ختم کرانے کے لئے وفاقی وزیر اعجاز الحق اور وفاق المدارس نے کوششیں کیں۔ کم از کم دو مرتبہ عبدالرشید غازی لائبریری کا قبضہ ختم کرانے کے قریب پہنچ گئے لیکن ہر مرتبہ حکومت نے ایک اور مسجد کو نوٹس جاری کر کے ان کوششوں پر پانی پھیر دیا۔

ایک موقع ایسا بھی آیا جب عبدالرشید غازی نے مجھے کہا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت جان بوجھ کر یہ مسئلہ زندہ رکھنا چاہتی ہے تاکہ دینی مدارس کو بدنام کر سکے۔ طے ہوا کہ حکومت کی ہر طرح کی اشتعال انگیزی کے باوجود لائبریری کا قبضہ ختم کر دیں گے۔ افسوس کہ مولانا عبدالعزیز اپنے چھوٹے بھائی کی بات نہ مانے کیونکہ انہیں کچھ ایسے عناصر کی حوصلہ افزائی حاصل تھی جو کچھ حکومتی اداروں کی سرپرستی میں تھے۔ مجھے وہ لمحات بھی یاد ہیں جب عبدالرشید غازی اپنے بھائی کی ہٹ دھرمی کے خلاف بغاوت پر اتر آئے لیکن ان کی والدہ آڑے آگئیں۔ والدہ نے غازی سے کہا کہ بڑے بھائی کا ساتھ کبھی نہ چھوڑنا۔ والدہ کے حکم پر غازی نے سرجھکا دیا، پھر آئی شیم اغوا ہوئی، پولیس اہلکار اغوا ہوئے اور چینی باشندے اغوا ہوئے۔ کس کے حکم سے اغوا ہوئے؟ یہ تو عبدالرشید غازی کو معلوم نہ ہوتا تھا لیکن میڈیا میں لال مسجد کا دفاع بڑے بھائی کا حکم تھا اور وہ اس

خلاف طاقت استعمال کی گئی، وہ قابل مذمت ہے۔ حکومت چاہتی تو یہ مسئلہ ایک گولی چلائے بغیر بھی حل ہو سکتا تھا لیکن کچھ عناصر نے دانستہ خونریزی کا راستہ اختیار کیا۔ عبدالرشید غازی مرنے کے بعد پہلے سے زیادہ خطرناک ہو گئے ہیں۔ اسی لئے انہیں اسلام آباد میں ان کے والد کے پہلو میں دفن کرنے کی بجائے روجھان مزاری میں دفن کیا گیا۔ غازی کو اپنے والد کے قتل پر انصاف مل جاتا تو وہ شاید آج بھی وزارت تعلیم میں ایک افسر ہوتے۔ انہوں نے نا انصافی کے رد عمل میں بغاوت کی۔ ان کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا، اس کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ اس دنیا کی عدالت میں نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہوگا۔

(روزنامہ جنگ: ۱۲ جولائی ۲۰۰۷ء)



۱ ڈاکٹر شاہد مسعود 'میرے مطابق'

کون تھیں؟..... کہاں چلی گئیں؟

جرم تو صرف اتنا تھا کہ وہ معاشرے سے بدکاری کے خاتمے کا عزم لئے باہر نکلیں اور ایک فتنہ خانہ چلاتی عورت کو سبق سکھانے اپنے ساتھ لے آئیں اور دو تین روز بعد اُسے برقعہ پہنا کر..... تو بہ کروا کے چھوڑ دیا.....!! پھر ایک مالش کے مرکز پر جا پہنچیں اور وہاں جسم فروشی کرتی خواتین کو اپنے ہمراہ لاکر خوب جھاڑ پلائی..... اور پھر نصیحت کے بعد روانہ کر دیا۔ ڈنڈے لے کر گھومتیں مگر کسی کا سر تو نہ پھاڑا، اس وطن عزیز میں جہاں حکمرانوں اور طاقتوروں میں سے ہر دوسری شخصیت کسی لینڈ مافیا سے وابستہ ہے۔ وہ مسجد شہید ہونے کے بعد پڑوس کی ایک لائبریری پر جا دھمکیں۔ روشن خیال، خوشحال، خوش پوش دار الحکومت کی عظیم الشان کوٹھیوں کے درمیان، جن کی اکثریت رات گئے شراب و شباب کی محفلیں اپنے

میرے اصرار پر انہوں نے چودھری صاحب سے دوبارہ رابطہ کیا اور یوں پھر سے مذاکرات شروع ہو گئے۔ ان مذاکرات میں عبدالرشید غازی نے بار بار کہا کہ میرے بڑے بھائی عبدالعزیز کو دھوکے سے باہر بلا کر گرفتار کر لیا گیا اور مجھے باہر بلا کر ماریا جائے گا، لہذا بہتر ہے کہ میں ذلت کی موت کی بجائے لڑتے ہوئے مارا جاؤں۔ آخر کار وہی ہوا اور عبدالرشید غازی نے ہتھیار ڈالنے کی بجائے لڑتے ہوئے جان دینے کو ترجیح دی۔

آخری رابطوں کے دوران میں نے غازی صاحب سے کہا کہ دونوں طرف مسلمان ہیں، کوئی راستہ نکالیں کہ مسلمان ایک دوسرے کا خون نہ بہائیں۔ غازی صاحب نے کہا کہ میں نے بہت کوشش کی لیکن حکومت ہمیں رسوا کرنا چاہتی ہے، یہ سارا معاملہ حکومت کا کھڑا کیا ہوا ہے، حکومت نے اس معاملے میں بہت سے سیاسی مقاصد حاصل کئے اور آخر میں ہمیں رسوا کر کے مزید کامیابی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ غازی صاحب کو یقین تھا کہ ان کی موت ہی ان کی فتح اور حکومت کی ناکامی ہوگی۔ وہ کہتے تھے کہ ہماری موت ہماری بے گناہی ثابت کرے گی اور ہمارا بدلہ اس ملک کے غیرت مند مسلمان لیں گے۔

انہوں نے اپنی غلطیوں سے کبھی انکار نہ کیا لیکن بار بار کہا کہ ہماری غلطی اتنی بڑی نہ تھی۔ ہم نے مساجد کی شہادت پر احتجاج کرتے ہوئے ایک لائبریری پر قبضہ کر لیا، ہم پر گولیاں اور بم برسائے جا رہے ہیں جب کہ مساجد شہید کرنے والوں کو کسی نے نہیں پوچھا، غازی نے جان کی قربانی دے کر وہ داغ دھو ڈالا جو ان کے بھائی کی برقعے میں گرفتاری سے ان کے خاندان کی عزت پر لگا تھا۔

میں نے لال مسجد انتظامیہ کے اقدامات کی کبھی حمایت نہیں کی لیکن جس انداز میں لال مسجد کے